ڈاکٹر زاہد منیر عامر
پروفیسر وصدر نشین، مسند ظفر علی خان
ادارہ علوم ابلاغیات، جامعہ پنجاب ، لاہور

اقبال کا دلِ دردمند اور فلسطین: کل اور آج

Dr. Zahid Munir Amir
Professor and Chairman, Zafar Ali Khan Chair
Mass Communication Deptt. Punjab University, Lahore

Iqbal's Sympethetic Heart and Pelestine: Yesterday and Today

Allamah Dr. Muhammad Iqbal is not only a unique poet but also great thinker. Islam and the Muslim world constitute the central theme of all his works. The problem of Palestine also constituted the greatest stress to Allamah's heart and its evidence exists throughout his writings and lectures. His personal letters, particularly those to Miss Farquharson, the then President of the National League of England, show his heart felt intense dismay concerning the Palestine problem.

Accepting this claim of Jews, Iqbal once raised a pertinent but unwelcome question. that if Jews had their rights over Palestine why could not Arabs have their rights over Spain, Sicily and other European lands previously owned by them?

In the sight of Iqbal This claim of Jews on Palestine is equivalent to the launching of their claim by the Red Indians over North America and that of the Hun, Goth and Gaul nations over Britain or of the Aryans of India against Iran and Russia that their homelands be returned to them. This article analyses Iqbal's heart felt concern on Palestine issue.

آمدہ دسمبر میں اس بات پر تین برس بیت جائیں گے جب رواں صدی کی پہلی دہائی کے آٹھویں برس میں اسرائیل نے نہتے فلسطینی عوام پر جور وستم کا نیا بازار گرم کیا۔ اس سلسلہ جور وستم نے انسانی دنیا کے ہر حساس فرد کو غم زدہ کر دیا۔ ۲۷ دسمبر ۲۰۰۸ کو شروع ہونے والے ان بائیس

روزہ حملوں میں چودہ سو سے زیادہ فلسطینیوں نے جام شہادت نوش کیا۔اور پانچ ہزار سے زیادہ زخمی ہوئے۔معصوم جانوں کی ہلاکت اور بے گناہ عورتوں بچوں بوڑھوں اور شہریوں کی ہلاکتوں کا یہ سلسلہ بائیس دن تک مسلسل جاری رہا۔اسرائیلی حکام کے مطابق اسرائیل نے پہلے ہفتے میں غزہ پر ساڑھے سات سو حملے کیے۔جس کے بعد انسانی حقوق کی تنظیم ایمنسٹی انٹرنیشنل نے امریکی سیکریٹری آف سٹیٹ کنڈولیزا رائس کے نام ایک خط میں مطالبہ کیا کہ اسرائیل کو امریکی ہتھیاروں کی فراہمی فوری طور پر روکی جائے اور اس امر کی تحقیقات کی جائیں کہ کیا یہ ہتھیار انسانی حقوق کی خلاف ورزی میں استعمال ہو رہے ہیں [۱]۔ یہ ایک دلچسپ مطالبہ ہے انسانی حقوق کی خلاف ورزی کا جو عمل غزہ میں جاری ہوا اس پر دنیا بھر کے عوام نے تو احتجاج کیا لیکن بالادست طاقتیں مہر بلب رہیں اور آگ و خون کے اس عمل کو خاموشی سے دیکھا گیا۔اقوام متحدہ کی سلامتی کونسل خاموش تماشائی بنی شاید اس وقت کا انتظار کرتی رہی جب اسرائیل ان حملوں سے اپنا مقصود حاصل کر لے۔خود اسلامی ممالک کا طرز عمل بھی شایان شان نہیں رہا اس مسئلے پر اسلامی کانفرس کی تنظیم کا سربراہی اجلاس طلب نہیں کیا گیا۔ظلم اور جبر کے اس عمل کو عام طور سے عصری سیاسی تناظر ہی میں دیکھا گیا اور ایسا ہونا قابل فہم بھی ہے لیکن مسائل کی تفہیم کا ایک زیادہ گہرا طریقہ یہ بھی تو ہوتا ہے کہ مسائل کو ان کے تاریخی سیاق وسباق میں رکھ کر دیکھا جائے۔مسئلہ فلسطین اپنی عمر کے چھ عشرے پورے کر کے ساتویں عشرے میں داخل ہو چکا ہے اور اب تک عالمی طاقتیں اس مسئلے سے اغماض برتتی آرہی ہیں۔گزشتہ صدی کے نصف اول میں جب برطانوی استعمار نے اپنی سیاسی مصلحتوں کے لیے اس مسئلے کو جنم دیا،اور اس امر کا ندازہ نہ لگا سکا کہ یہ مسئلہ امن عالم پر اس قدر اثر انداز ہونے والا مسئلہ ثابت ہوگا یا فلسطینی عوام اپنی آزادی کی اتنی بڑی قیمت ادا کر سکیں گے۔

یہ وہ وقت تھا جب دنیا میں برطانوی استعمار کا سورج غروب نہیں ہوتا تھا۔ برطانوی سیاست جس آہستہ روی سے فلسطین میں یہودیوں کی آبادکاری کی مساعی میں مصروف تھی بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں اس کا نتیجہ مسلمانوں اور یہودیوں میں براہِ راست تصادم کی صورت میں نکلا۔تصادم کا یہ سلسلہ مختلف وقفوں سے ۱۹۲۸، ۱۹۲۹ء، ۱۹۳۳ء، اور ۱۹۳۹ میں خون ریزی کا سبب بنتا رہا۔ اگست ۱۹۲۹ء کو یروشلم میں دیوار البراق (جسے یہودی دیوار گریہ کہتے ہیں) کے مغرب میں ہونے والے اس تصادم کے نتیجے میں ۱۱۶ فلسطینی جان ہار گئے اور ۲۳۲ زخمی ہوئے،زیادہ جانی نقصان برطانوی حکام کی فائرنگ کے نتیجے میں ہوا [۲] اسلامیان برصغیر میں اس خبر پر اضطراب کی لہر دوڑ گئی اور اس واقعے پر احتجاج کرنے کے لیے ۷/ستمبر ۱۹۲۹ء کو بیرون دہلی دروازہ لاہور میں مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر کا ایک جلسہ منعقد کیا گیا جس میں پاکستان کے قومی شاعر علامہ اقبال نے شرکت کی،علامہ ڈاکٹر محمد اقبال (۱۸۷۷ء......۱۹۳۸ء) بیک وقت فلسفی،شاعر، ماہر قانون اور عملی و نظری سیاستدان تھے،اس جلسے سے خطاب کرتے ہوئے انھوں نے کہا:

فلسطین میں مسلمان اور ان کے بیوی بچے شہید کیے جا رہے ہیں اس ہولناک تباہی کا مرکز یروشلم ہے جہاں مسجد اقصی ہے اس مسجد کا تعلق حضرت خواجہء دو جہاںؐ کے معراج مبارک سے ہے اور معراج ایک دینی حقیقت ہے جس کا تعلق مسلمانوں کے گہرے جذبات کے ساتھ ہے۔شریعت اسلامیہ کی رو سے مسجد اقصی کا سارا احاطہ وقف ہے جس پر قبضہ اور تصرف کا یہود اب دعوی کرتے ہیں قانونی اور تاریخی اعتبار سے اس کا حق انھیں ہرگز نہیں پہنچتا ۱۹۱۴ء میں انگریز مدبروں نے اپنے سیاسی اغراض و مقاصد کے لیے یہودیوں کو آلہ کار بنایا صہیونی تحریک کو فروغ دیا اور اپنی غرض کی تکمیل کے لیے جو ذرائع استعمال کیے ان میں سے ایک کا نتیجہ آج ہمارے سامنے ہے..........مسلمان،ان کی عورتیں اور بچے بھیڑ بکریوں کی طرح ذبح کیے جا رہے ہیں صہیونی تحریک مسلمانوں کے لیے کوئی خوش گوار نتائج پیدا نہیں کرے گی بلکہ اس سے غیر معمولی فتنوں کے ظہور پذیر ہونے کا خطرہ ہے'' [۳]

اس کے بعد اگر اقبال کے سوانح پر نظر ڈالی جائے تو وہ مسلسل مسئلہ فلسطین کے ساتھ وابستہ نظر آتے ہیں اور اس مسئلے کے مختلف مرحلوں پر ان کے احساسات اور ان کا ردعمل تاریخ کے دامن میں محفوظ ہے ۔خاص طور پر بانیء پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح، بابائے اردو مولوی عبدالحق اور نیشنل لیگ لندن کی قائد مس مارگریٹ فارقوہرسن کے نام ۱۹۳۲ سے ۱۹۳۷ تک کے زمانے میں مختلف مواقع پر لکھے جانے والے متعدد خطوط اس حوالے سے ملاحظہ کیے جاسکتے ہیں ۔ یہ تمام خطوط قابل مطالعہ ہیں یہاں ان کے ایک خط کا اقتباس پیش کیا جاتا ہے جس سے اقبال کا سیاسی مسائل کو دیکھنے اور ان کا تجزیہ کرنے کے انداز واضح ہوتا ہے ۔فلسطین رپورٹ پر تبصرہ کرتے ہوئے انھوں نے مارگریٹ فارقوہرسن کے نام ایک خط میں لکھا:

''طاقت کا سرچشمہ فراست ہے ۔ جب طاقت عقل و دانش کو پس پشت ڈال کر محض اپنی ذات پر بھروسہ کر لیتی ہے تو نتیجہ خود طاقت کا زوال ہوتا ہے''[۴] اقبال کی یہ پیشین گوئی پوری ہوگئی اور وہ طاقت جس نے فراست اور اخلاقیات کو پس پشت ڈال کر مسئلہ فلسطین کو جنم دیا تھا بالآخر قصہء ماضی بن گئی اور اس اقتباس کا پہلا حصہ آج کی بالادست طاقتوں کے لیے ایک پیغام اور سرمہ بصیرت کا درجہ رکھتا ہے کہ فراست کو پسِ پشت ڈال کر آگے بڑھنے والوں کے مستقبل میں ناکامی اور خسران کے سوا اور کچھ پوشیدہ نہیں۔

مسئلہ فلسطین کے ساتھ اقبال کی گہری وابستگی کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جاسکتا ہے کہ جب تک اقبال کے قویٰ میں طاقت تھی وہ اس مسئلے پر ہونے والے ہر اجلاس میں شریک ہوتے رہے خواہ وہ انگلستان میں لندن کی نیشنل کا استقبالیہ ہو یا بیت المقدس میں موتمر عالم اسلامی کی کانفرنس، اقبال کی زندگی کے آخری سال میں جب وہ بہت علیل تھے اور ان کے لیے کسی جلسے میں شرکت ممکن نہیں تھی، مسئلہ فلسطین پر برطانیہ کے قائم کردہ رائل کمیشن کی رپورٹ سامنے آئی، برطانوی ہند کے مسلمانوں کی تنظیم مسلم لیگ نے لاہور میں ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء کو موچی دروازہ لاہور کے باغ میں ایک عوامی جلسہ کیا اقبال اس میں شرکت سے معذور تھے لیکن اس کے باوجود انھوں نے اپنا تحریری پیغام بھیجا جس کا اردو ترجمہ اس جلسے میں پڑھ کر سنایا گیا، اقبال نے اس تفصیلی تحریر میں کہا:

''یہود و نصاریٰ کی تاریخ میں تو یہ کہیں مذکور نہیں کہ موجودہ مسجد اقصیٰ اسی جگہ پر واقع ہے جہاں ہیکل سلیمانی واقع تھا اس تشخیص کا سہرا مسلمانوں کے سر ہے ۔ یہود و نصاریٰ نے اس کی زیارت کے لیے اس وقت آنا شروع کیا جب یہ تشخیص ہو چکی تھی ۔اقبال نے مسئلہ فلسطین کو خالص مسلمانوں کا مسئلہ قرار دیا انھوں نے تاریخ کے پس منظر میں اپنا تجزیہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ ''حضرت عمرؓ کی تشریف آوری سے مدتوں پہلے یہودیوں کا فلسطین کے ساتھ کوئی تعلق باقی نہیں رہا تھا یہودیوں کو فلسطین سے زبردستی نہیں نکالا گیا تھا بلکہ جیسا کہ پروفیسر ہاکنگز کی رائے ہے وہ اپنی خوشی سے دوسرے ممالک میں چلے گئے تھے اور ان کے صحفِ مقدس کا بیشتر حصہ بھی فلسطین سے باہر ہی قلمبند کیا گیا تھا۔ یہ بھی امر واقعہ ہے کہ فلسطین کا سوال کبھی مسیحیوں کا مسئلہ نہیں بنا تھا دور حاضر کی تاریخی تحقیقات کی روشنی میں تو راہب پیٹر کا وجود بھی مشتبہ اور غیر یقینی نظر آنے لگا ہے ۔اگر بفرض محال یہ مان بھی لیا جائے کہ صلیبی جنگوں کی غرض و غایت یہ تھی کہ فلسطین کو مسیحی مسئلہ بنایا جائے تو پھر بھی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صلاح الدین کی فتوحات نے ایسی تمام کوششوں کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا تھا لہٰذا میری نگاہ میں فلسطین کا مسئلہ سراسر اور کلیۃً مسلمانوں کا مسئلہ ہے''[۵]

یہ اقبال کی طویل تحریر کا ایک قتباس ہے پوری تقریر کا مطالعہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اقبال کے نزدیک:

اس مسئلہ میں عربوں کے ساتھ ناانصافی کی گئی ہے ۔ یہ مسئلہ صرف فلسین کا نہیں پورے عالم اسلام کا ہے۔

فلسطین کو یہودیوں کا قومی وطن بنانے کی تجویز محض ایک بہانہ ہے۔ یہ تجویز برطانوی شہنشاہیت کے لیے بہت سے نئے مصائب کا پیش خیمہ ثابت ہوگی عربوں کو چاہیے کہ ان نتائج کو ہرگز فراموش نہ کریں جو محض اس وجہ سے پیدا ہوئے کہ انھوں نے ابتلا اور مصیبت کے وقت ترکوں کا ساتھ چھوڑ دیا تھا اقبال کی رائے میں عرب ممالک کے عوام کو اپنی قسمت کا فیصلہ خود کرنا چاہیے ۔ابتلا کے وقت ترکوں کا ساتھ چھوڑنے کو اقبال نے ایک سے زیادہ مقامات پر موضوع سخن بنایا ہے وہ اس بات پر کڑھتے رہے ہیں کہ عربوں کی نگاہیں مصنوعی روشنی سے متاثر ہوئی ہیں اور انھوں نے ترکوں سے جدائی کی قیمت مغرب کی جھوٹی تہذیب کے پھندے میں گرفتار ہونے کی صورت میں ادا کی ہے ۶

اقبال نے یہ بھی کہا کہ: مسئلہ فلسطین ایشیا کے تمام آزاد اسلامی ممالک کی حمیت وغیرت کا امتحان ہے خواہ وہ ممالک عرب ہیں یا غیر عرب منصب خلافت کی تنسیخ کے بعد عالم اسلام کے کے لیے یہ پہلا بین الاقوامی مسئلہ ہے جس کی نوعیت بیک وقت مذہبی اور سیاسی ہے اور جس سے نبرد آزما ہونے کے لیے زمانے کی طاقتیں اور تاریخ کے تقاضے آزاد اسلامی ممالک کو پکار رہے ہیں ۷

اقبال نے جس تاریخی پس منظر کا اجمالاً ذکر کیا ہے اس کی تفصیل یوں ہے کہ غزہ کا علاقہ رسول اللہ ﷺ کے پردادا ہاشم کا علاقہ تھا اسی لیے اسے غزہ ہاشم بھی کہا جاتا تھا اسلام کے دورِ جدید میں مسلمان ساتویں صدی عیسوی میں فلسطین میں داخل ہوئے اور فلسطین کو اسلامی مملکت کا ایک صوبہ بنایا الاصطخری کے بیان کے مطابق یہ صوبہ طول میں رافیہ Raphia کے سرحدی شہر سے لے کر لجون کے سرحدی شہر اور عرض میں یافہ سے لے کر اریحا تک پھیلا ہوا تھا اور اس کا سب سے بڑا شہر رملہ تھا۔ ابن خلدون نے آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں فلسطین کے مالیہ کی مقدار تین لاکھ دس ہزار دینار بتائی ہے۔ اجناس اس کے علاوہ تھیں۔ ایوبی کے عہد میں صوبے کی حیثیت ختم کر کے مملکات میں تقسیم کر دیا گیا ۸ ۲۴/ اگست ۱۵۱۶ء کو فلسطین پر ترکوں کی حکومت قائم ہوگئی اور ایک درمیانی مختصر وقفے کے علاوہ وہ چار سو سال تک ترک اس علاقے پر حکمران رہے۔ پہلی جنگ عظیم کے دوران ۱۹۱۸ء

میں جنرل ایلن بی Allenby کے زیر قیادت انگریز فوجیں جنوبی فلسطین میں داخل ہوگئیں اور جرمن اور ترک افواج بتدریج ہٹتی چلی گئیں اور ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۸ء کو جنگ بندی کا معاہدہ ہو گیا، پہلی جنگ عظیم کے دوران میں برطانیہ نے حمایت کے حصول کے لیے فلسطین کے عربوں اور یہودیوں کو اپنے ساتھ ملانے کے لیے انھیں جن انعامات کا لالچ دیا وہ باہم متضاد تھے ایک طرف عربوں کو ترکوں کی حکومت سے آزادی کا لالچ دیا گیا تھا تو دوسری طرف یہودیوں سے ان کے الگ وطن کے قیام کے لیے پختہ ویز کی گئی تھی۔ چنانچہ ۲/ نومبر ۱۹۱۷ء کو برطانوی وزیر خارجہ لارڈ بالفور نے ایک یہودی لارڈ روتھ شیلڈ کے نام ایک خط میں یہودی سلطنت کے قیام کا وعدہ کیا جسے اعلان بالفور کہا جاتا ہے۔ فلسطین پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد پہلے پہل انگریز ہائی کمشنر انتظام چلاتے رہے بعد ازاں ۲۴ جولائی ۱۹۱۴ کو لیگ آف نیشنز کی منظوری کے بعد ۲۹ ستمبر ۱۹۲۳ کو یہ علاقہ باقاعدہ برطانیہ کے زیر انتداب آ گیا۔

۶۳۸ء میں جب حضرت عمرؓ فلسطین میں داخل ہوئے تو یہاں کوئی یہودی خاندان آباد نہیں تھا ۱۲۶۷ء میں یہاں دو یہودی خاندان آباد ہوئے ۱۸۴۵ء میں یہاں یہودیوں کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ ۱۸۹۷ء میں سوئٹزر لینڈ میں ہونے والی پہلی یہودی کانفرنس میں ۲۰۰ یہودی لیڈروں نے مل کر باسل پروگرام کا اعلان کیا اور یہودی صیہونی تحریک (World Zionist Organization) کی بنیاد رکھی گئی اور اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ وہ دس سے پچاس سال کے عرصے میں ایک یہودی سلطنت قائم کر کے دم لیں گے۔ فلسطین کو یہودی بنانے کے

منصوبے کو آگے بڑھانے کے لیے ۱۹۰۱ء میں اس تنظیم کے تحت ہونے والی پانچویں کانفرنس میں جے این ایف (Jewish National Fund) قائم کیا گیا تا کہ فلسطین کی زیادہ سے زیادہ زمین خریدی جا سکے۔ ان کے لیڈر ہرزل نے ترکی کے سلطان عبدالحمید سے درخواست کی کہ فلسطین میں یہودیوں کو زمین خریدنے کی اجازت دی جائے ہم اس کی ہر قیمت ادا کرنے کو تیار ہیں لیکن سلطان عبدالحمید اس سے پہلے یہودیوں کو عثمانی سلطنت میں داخلے اور تین ماہ تک قیام کی اجازت دینے کا تجربہ کر چکے تھے، سلطان نے فلسطین کی ایک انچ زمین بھی دینے سے انکار کر دیا، لیکن پہلی جنگ عظیم (۱۸۔۱۹۱۴ء) کے زمانے میں انگریزوں کے ایما پر یہاں یہودی آبادکاری کا سلسلہ شروع کیا گیا یہودیوں نے بھاری قیمت ادا کر کے یہاں زمینیں خریدنا شروع کر دیں، بڑے بڑے یہودی سرمایہ داروں نے اس تحریک کو مالی مدد فراہم کی۔ عربوں نے اس پر توجہ نہ کی جس سے یہاں یہودی آبادکار بڑھتے چلے گئے اور رفتہ رفتہ ۱۹۲۲ء تک یہ تعداد تینتیس ہزار نو سو ستر تک پہنچ گئی۔ اور ۱۹۱۹ء میں پہلا یہودی شہر تل ابیب بسا لیا گیا۔

برطانیہ کو ملنے والے مینڈیٹ کی مدت ۱۹۴۸ء میں ختم ہوئی تو اقوام متحدہ نے برطانیہ کے ایما پر فلسطین کو دو حصوں میں تقسیم کر دیا اور ۵۵ فی صد علاقہ ہوشیاری سے آباد کی گئی تیس فی صد یہودی آبادی کو دے دیا گیا جب کہ ملک کے اصل باشندوں یعنی ۶۷ فی صد عرب آبادی کو ۴۵ فی صد رقبہ دیا گیا۔ لیکن یہودیوں نے اپنے حق میں ہونے والے اس فیصلے کا بھی انتظار نہ کیا اور پیشتر اس سے کہ اقوام متحدہ ان کے سرپرست برطانیہ کی طرف سے انھیں ۵۵ فی صد علاقے کا تحفہ دینے کا اعلان کرتی یہودی لیڈر ڈیوڈ بن گوریان نے ۱۴ مئی ۱۹۴۸ء کی رات دس بجے آزاد اسرائیل کے قیام کا اعلان کر دیا اور صدر ٹرومین نے اسرائیل کو اسی روز تسلیم بھی کر لیا اور محض دو دن کے بعد روس نے بھی اس کی تائید کر دی۔ اس کے بعد جس قضیے کا آغاز ہوا وہ عربوں اور اسرائیل کے درمیان دو جنگوں کے باوجود ہنوز تصفیہ طلب ہے اور غزہ پر تازہ اسرائیلی حملے اسی عمل کا تسلسل ہیں۔

جس طرح آج دنیا کا ہر حساس فرد غزہ پر ہونے والے حملوں پر مضطرب ہے نصف صدی قبل جب اسرائیل کی بنیاد رکھی گئی عالم اسلام میں اس سے زیادہ اضطراب پیدا ہوا تھا جس کا ایک مظہر یہ بھی تھا کہ اس وقت اقبال اپنی قوم کی آزادی کے مسئلے پر برطانوی حکومت کی بلائی ہوئی گول میز کانفرنس میں شرکت کے لیے لندن گئے ہوئے تھے مسئلہ فلسطین کے ساتھ ان کی وابستگی کا اندازہ اس بات سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ اقبال نے یہاں بھی فلسطین میں برطانوی ناانصافی کے خلاف آواز بلند کی اور برطانوی پریس کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ ”: انگریزوں کو بحر مردار کے مالی ذخائر اور دوسرے معاملات کا خیال ترک کر کے اخلاقی حیثیت سے اہل فلسطین کے ساتھ انصاف کرنا چاہیے اور اس سلسلہ میں سب سے پہلا کام یہ ہے کہ بالفور کا اعلان منسوخ کر دیا جائے“ [۹] وہ گول میز کانفرنس کے دوران میں لندن سے مصر اور اور وہاں سے ۵ دسمبر ۱۹۳۱ء کو شام چھ بجے بیت المقدس کے لیے روانہ ہو گئے انھوں نے موتمر عالم اسلامی کی بیت المقدس کانفرنس میں شرکت کی اگرچہ یہودیوں نے اس کانفرنس کے انعقاد کی بھرپور مخالفت کی تھی لیکن مفتی اعظم فلسطین سید امین الحسینی کی مساعی سے یہ کانفرنس بالآخر منعقد ہو کر رہی ۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو شروع ہونے والی اس کانفرنس کو یہ اعزاز بھی حاصل ہوا کہ اقبال اس موتمر کے نائب صدر بنائے گئے انھیں اس کی متعدد سب کمیٹیوں کا رکن بھی بنایا گیا جو بعض تجاویز پر بحث کرنے کے لیے مقرر کی گئی تھیں، اقبال نے ان میں سے پانچ کی کارروائی میں حصہ لیا۔ [۱۰] انھوں نے عالم اسلامی کے نمائندوں سے انگریزی میں خطاب کیا۔ وہ ۶ دسمبر سے ۱۵ دسمبر ۱۹۳۱ تک فلسطین میں مقیم رہے اور ان نو

دنوں میں وہاں انھوں نے فلسطین کے تاریخی مقامات کا بھی مشاہدہ کیا جس کا نتیجہ ان کی معرکتہ الا آرانظم ''ذوق وشوق'' کی صورت میں نکلا ان کے دیوان میں، جس کے عنوان کے نیچے، آج بھی یہ وضاحت درج ہے کہ ان اشعار میں سے بیشتر فلسطین میں لکھے گئے ۹؎ اقبال نے موتمر کے نمائندوں سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ:

''اسلام کو اس وقت دو طرف سے خطرہ ہے، ایک الحاد مادی کی طرف سے اور دوسرا وطنی قومیت کی طرف سے ہمارا فرض ہے کہ ان دونوں خطروں کا مقابلہ کریں اور میرا یقین ہے کہ اسلام کی روح ان دونوں خطروں کو شکست دے سکتی ہے، وطنی قومیت یا وطنیت بجائے خود کوئی بری چیز نہیں لیکن اگر اس میں خاص اعتدال ملحوظ نہ رکھا جائے اور افراط وتفریط ہو جائے تو اس میں بھی دہریت اور مادہ پرستی کے پیدا ہونے کے امکانات ہیں'' ۱۲؎

اقبال کا دوسرا زور جدید علوم کے حصول پر تھا جب یروشلم میں جامعہ الازہر کی طرز کی یونی ورسٹی قائم کرنے کی تجویز پیش کی گئی تو اس پر اقبال کا ردعمل یہ تھا کہ قدیم طرز کی جامعات کی بجائے عالم عرب کو جدید علوم کے مراکز قائم کرنے کی ضرورت ہے ۱۳؎

I am a strong advocte of Arabicc speaking countries setting up not one but several universities fo the purposeof transfering modern knowledge to arabic which is the only non European language that has kept pace with the progress of thought in modern times..

کانفرنس کے اختتام پر اقبال نے عالم عرب کو مخاطب کر کے کہا:

''میرا عقیدہ ہے کہ اسلام کا مستقبل عرب کے مستقبل کے ساتھ وابستہ ہے اور عرب کا مستقبل عرب کے اتحاد پر موقوف ہے جب عرب متحد ہو جائیں گے تو اسلام کامیاب ہو جائے گا'' ۱۴؎

ہندوستان واپس پہنچنے کے بعد یکم جنوری ۱۹۳۲ء کو لاہور کے مشہور انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کے نمائندے نے ان سے انٹرویو کیا تو انھوں نے اپنے سفر فلسطین کے حوالے سے بتایا کہ ''سفر فلسطین میری زندگی کا نہایت دلچسپ واقعہ ثابت ہوا ہے فلسطین کے زمانہ قیام میں متعدد اسلامی ممالک کے نمائندوں سے ملاقات ہوئی شام کے نوجوان عربوں سے مل کر میں خاص طور پر متاثر ہوا ان نوجوانان اسلام میں اس قسم کے خلوص و دیانت کی جھلک پائی جاتی تھی جیسی میں نے برطانیہ میں فاشسٹ نوجوانوں کے علاوہ کسی میں نہیں دیکھی''۱۵؎

اقبال نے اپنی ایک تخیلاتی سیر افلاک کی روداد اپنی بے مثال تخلیق جاوید نامہ میں پیش کی ہے جس میں وہ تاریخ عالم کی نامور شخصیات سے مکالمہ کرتے ہیں اور کبھی ان کے الفاظ میں اور کبھی اپنے الفاظ میں اپنے استفسارات پر ان کے جوابات سے قاری کو مطلع کرتے ہیں یہ ایک غیر معمولی تخلیقی تجربہ ہے اس سے پہلے رسالۃ الغفران، ابن عربی کی فتوحات مکیہ اور اور دانتے کی ڈیوائن کامیڈی کو اس وضع کی کتابیں قرار دیا جاتا ہے لیکن جاوید نامہ کا سکوپ ان سے مختلف اور وسیع تر ہے۔ فلک عطارد پر ان کی ملاقات سعید حلیم پاشا اور سید جمال الدین افغانی سے ہوتی ہے، وہ سید جمال الدین افغانی کو اپنا ہم نوا پا کر اس سے کہتے ہیں کہ ملت اسلامیہ کا کام تو زمانے سے باطل کے اثرات کو مٹانا تھا لیکن یہ خود دین ووطن کی آویزش کا شکار ہو چکی ہے اس کا سبب اس کے باطن میں فروزاں شمع ایمان کی لو کے مدھم ہو جانے

کے باعث ہے مشرق، مغرب کی حکمرانی کے ہاتھوں برباد ہوا اور اشتراکیت کے تصور نے دین وملت کی تاب وتوان ختم کر دی (واضح رہے کہ یہ کتاب فروری ۱۹۳۲ء میں شائع ہوئی تھی) اقبال کہتے ہیں:

ترک و ایران و عرب مست فرنگ
ہر کسی را در گلو شست فرنگ ۱۶

ترک ہو یا ایران یا عرب سب فرنگیوں کے افکار وتصورات میں مست ہیں، ہر ایک کے گلے میں فرنگیوں کا پھندا پڑا ہوا ہے۔ اپنے اردو کلام میں انھوں نے فلسطینی عرب سے مخاطب ہو کر کہا تھا کہ اپنی آزادی کے لیے جنیوا یا لندن کی طرف دیکھنے کی بجائے اپنی خودی کو مضبوط کرنے میں امتوں کی نجات ہوتی ہے اور وہ سوز جو قوموں کو زندہ رکھتا ہے وہ فلسطینی عرب کی رگوں میں موج زن ہے ۱۷۔ جاوید نامہ میں اقبال نے افغانی کے سامنے جو سوال نما تاثر رکھا تھا اس پر افغانی کا جواب اس طرح سے ہے (یہ ایک شاعرانہ اندازِ بیان ہے ورنہ اقبال کا سوال بھی اقبال ہی کا ہے اور افغانی کا جواب بھی اقبال ہی دے رہے ہیں)۔

لرد مغرب آن سراپا مکر وفن اہل دین را داد تعلیم وطن۔
او بفکر مرکز و تو در نفاق بگذر از شام و فلسطین و عراق
تو اگر داری تمیز خوب وزشت دل نہ بندی با کلوخ و سنگ و خشت

چیست دین برخاستن از روئے خاک
تا زخود آ گاہ گردد جان پاک ۱۸

یعنی یورپ کا لارڈ جو سراپا مکر وفن ہے اس نے اہل دین کو نیشنلزم کی تعلیم دی۔ وہ خود تو مرکزیت کی فکر میں ہے اور تو (عالم اسلام) نفاق میں پڑا ہوا ہے تجھے بھی چاہیے کہ اس کی طرح متحد ہو کر شام فلسطین اور عراق کی علیحدگی کی باتیں چھوڑ دے۔ اگر تو اچھے برے میں فرق کرنا جانتا ہے تو اپنا دل مٹی پتھر اور اینٹ سے مت لگا یعنی وطنیت کے محدود تصور سے اوپر اٹھ جا۔

آگے چل کر اقبال کہتے ہیں کہ انسان خاک سے پیدا ہوتا ہے اور پھول کی طرح آب وگل سے نم حاصل کرتا ہے لیکن اگر وہ اسی آب وگل ہی میں لوٹتا رہے اور اس سے اوپر اٹھنے کی کوشش نہ کرے تو اس پر افسوس ہے۔ جسم کا خاک کی طرف مائل ہونا تسلیم لیکن روح کو اس سے بلند تر منزلوں کی ضرورت ہوتی ہے اسے خاک تیرہ میں مقید نہیں کرنا چاہیے کہ روح کے لیے تو یہ جہان شش جہت بھی ناکافی ہے، وہ جو آزاد روحیں لے کر پیدا ہوتے ہیں خاک کی اسارت کو قبول نہیں کرتے کیونکہ باز چوہے کا کام نہیں کر سکتا۔ اقبال وطن کی نسبت اور اس کی فطری اہمیت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن ساتھ ہی وہ اپنا نقطۂ نظر آفتاب کی مثال سے واضح کرتے ہیں کہ اس میں شبہ نہیں کہ آفتاب مشرق سے طلوع ہوتا ہے لیکن اپنے اندر موجود حدت کے باعث وہ مشرق ومغرب کی قید سے رہا ہونا چاہتا ہے اور بالآخر وہ مشرق ومغرب کی قید سے آزاد ہو جاتا ہے اقبال اپنے قاری سے بھی یہی تمنا کرتے ہیں کہ وہ اپنے مولد ومسکن کی اہمیت کو تسلیم کرتے ہوئے خود کو آفتاب کی طرح خاک کی اسیری سے بلند تر کر لے اگر عالم اسلام اس تصور کو اپنا لے تو اس کی منتشر قوت ایک بار پھر مرتکز ہو سکتی ہے

ہر آن قومی کہ می ریزد بہارش

نسازد جز بہ بو ہای رمیدہ
زخاکش لالہ می روید ولیکن
قبای دارد از رنگ پریدہ۱۹

ہر وہ قوم جس کی بہار گزر چکی ہوتی ہے، انھی خوشبوؤں کو سینے سے لگائے رکھتی ہے جو ختم ہو چکی ہوں۔اس کی خاک سے گل لالہ تو اگتا ہے لیکن اس کی قبائے سرخ کا رنگ اڑا ہوا ہوتا ہے۔

اس قبائے سرخ کا رنگ بحال کرنے کے لیے اقبال نے اتحاد کا راستہ تجویز کیا ہے وہ بڑی دردمندی سے عالم عرب کو مخاطب کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ”اے روح عرب اب بیدار ہو جا اور اپنے آباواجداد کی طرح نئے زمانوں کی تخلیق کر وہ سوز و گداز جو تمھارے سینے سے رخصت ہو چکا ہے اسے دوبارہ زندہ کر اور وہ زمانہ جو ایک بار بیت چکا ہے اسے دوبارہ زندہ کر دے اے مشک فام مومنوں کی دنیا (یعنی افریقہ) مجھے تیری طرف سے دوام کی خوش بو آتی ہے۔تم کب تک ترقی اور کامیابی کے ذوق کے بغیر زندگی بسر کرو گے؟ کب تک اپنی تقدیریں دوسروں کے ہاتھوں میں دیے رکھو گے؟ کب تک اپنے مقام کو نہیں پہچانو گے؟“(تمھارے اس رویے پر میری ہڈیاں سمندر کے اندر بانسری کی طرح فریاد کر رہی ہیں تم مصائب سے ڈرتے ہو۔کیا تم نے رسول کریم ﷺ کی وہ حدیث نہیں سنی کہ دلیروں کے لیے آزمائش اور مصائب کا زمانہ ان کی تطہیر کا سامان ہوتا ہے:

گفت : اے روح عرب بیدار شو　　چون نیاگان خالقِ اعصار شو
زندہ کن در سینہ آن سوزی کہ رفت　　در جہان باز آوران روزی کہ رفت
ای جہانِ مومنان مشک فام　　از تو می آید مرا بوی دوام
زندگانی تا کجا بی ذوقِ سیر　　تا کجا تقدیر تو در دستِ غیر
بر مقام خود نیائی تا بہ کی　　استخوانم در یمی نالد چو نی

از بلا ترسی ؟حدیث مصطفیٰ است
مرد را روزِ بلا روز صفا است　　۲۰

حواشی وحوالاجات

۱. The Egyptian Gazette Cairo January 4,2009 P.1

۲. All That Remains : the Palestinian Villa. by (Ed) Walid Khalidi. PUBLISHER INSTITUTE FOR PALESTINE STUDIE , © 1992. ISBN-10 0887282245 ... through Internet

۳۔ جاوید اقبال، ڈاکٹر زندہ رود لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۸۹ء (ہر سہ جلد یکجا) جلد سوم، حیات اقبال کا اختتامی دور ص ۵۴۱

۴۔ عطاء اللہ، شیخ (مرتب) اقبال نامہ یعنی مجموعہ مکاتیب اقبال لاہور: شیخ محمد اشرف تاجر کتب ۱۹۵۱ء حصہ دوم ص ۴۴۷

۵۔ عاشق حسین بٹالوی اقبال کے آخری دو سال لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز ۲۰۰۰ء ص ۳-۴۰۲

۶۔ دیکھیے نظم دام تہذیب

اقبال کو شک اس کی شرافت میں نہیں ہے ہر ملتِ مظلوم کا یورپ ہے خریدار
یہ پیر کلیسا کی کرامت ہے کہ اس نے بجلی کے چراغوں سے منور کیے افکار
جلتا ہے مگر شام و فلسطیں پہ مرا دل تدبیر سے کھلتا نہیں یہ عقدۂ دشوار
ترکانِ 'جفاپیشہ' کے پنجے سے نکل کر بیچارے ہیں تہذیب کے پھندے میں گرفتار

ضرب کلیم لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ۱۹۹۶ ص ۱۵۳ مشمولہ کلیات اقبال اردو مصغر ص ۶۱۵

۷۔ اقبال کے آخری دو سال محولہ بالا ص ۴۰۶

۸۔ اُردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور: پنجاب یونی ورسٹی مدخل "فلسطین"

۹۔ زندہ رود محولہ بالا ص ۷۲۹

۱۰۔ ایضاً ص ۷۵۲

۱۱۔ بال جبریل ص ۱۱۱ مشمولہ کلیات اقبال محولہ بالا ص ۴۰۳

۱۲۔ ایضاً ص ۷۵۵

۱۳۔ Syed Abdul Vahid (ed.) Thoughts And Reflections of Iqbal : Lahore : Sh Muhammad Ashraf Publishers 1992 p 345

۱۴۔ زندہ رود محولہ بالا ص ۷۵۶

۱۵۔ ایضاً ص ۷۵۸

۱۶۔ جاوید نامہ لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز ص ۶۲ مشمولہ کلیات اقبال فارسی ص ۶۵۰

۱۷۔ اردو اشعار اس طرح سے ہیں

زمانہ اب بھی نہیں جس کے سوز سے فارغ میں جانتا ہوں وہ آتش ترے وجود میں ہے
تری دوا نہ جنیوا میں ہے نہ لندن میں فرنگ کی رگ جاں پنجۂ یہود میں ہے
سنا ہے میں نے غلامی سے امتوں کی نجات خودی کی پرورش و لذتِ نمود میں ہے

دیکھیے نظم: فلسطینی عرب سے در ضرب کلیم محولہ بالا ص ۶۲۱

۱۸۔ جاویدنامہ محولہ بالا جائے مذکور

۱۹۔ ارمغان حجاز ص۶۸ درکلیات اقبال فارسی محولہ بالاص۹۵۰

۲۰۔ جاویدنامہ ص۹۷درکلیات اقبال فارسی محولہ بالا ص۶۸۵